# چڑیالائی اقتدار کا ہما

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

03-30-2013

اشرافیائی سیاست میں عوامی سیاست تلاش کرنے والوں کو وفاق اور چاروں صوبوں میں نگران انتظامیہ کی نامزدگیوں سے اب معلوم ہوجانا چاہیے کہ جوہڑ کے ٹھہرے پانی میں زندگی کے آثار، بہتے دریا اور سمندر کی طرح نہیں ہوتے۔ وہ لوگ بھی قابل رحم ہیں کہ جن کی رائے تاریخ کے کم یا عدم مطالعے کی بنیاد پر طے پاتی ہے۔ بلوچستان میں ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں برپا بغاوت کی سرپرستی سوویت یونین نہیں بلکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اس کا علاقائی پولیس مین، رضا شاہ پہلوی کا ایران کر رہا تھا۔ اس میں پنجاب کی اشرافیہ سے تعلق رکھنے والے جو چند نوجوان شامل تھے وہ لبرل تو تھے لیکن ترقی پسند نہیں۔ بلوچستان میں بچھائے گئے اس جال کی طنابیں ذولفقار علی بھٹو کے ہاتھوں میں نہیں تھیں بلکہ اُن اداروں کے سرکردہ کمان داروں کے ہاتھوں میں تھیں جنہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت اور حزبِ مخالف پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کے مابین مذاکرات میں زبردستی مداخلت کر کے نقشوں کی مدد سے (ذوالفقار علی بھٹو کو) یہ کہا کہ نیپ غدار ہے اور بلوچستان میں ملٹری آپریشن ناگزیر ہے اور کسی صورت بھی نیپ سے پابندی ہٹائی جائے نہ ہی بلوچستان میں فوجی آپریشن ختم کیا جائے۔ یہ فوج کے کسی شعبے کے سربراہ نے نہیں بلکہ خود جنرل ضیاالحق نے، جو اس وقت چیف آف آرمی سٹاف تھے، پی این اے اور پی پی پی کے مذاکرات کے دوران کہا اور جب 5 جولائی 1977ء کو جنرل ضیاالحق نے طے شدہ امریکی منصوبے پر عمل کرتے ہوئے جمہوری حکومت کی بساط اُلٹی تو بلوچستان میں ملٹری آپریشن بھی بند کر دیا گیا اور ''غدار نیپ'' کے خلاف قائم حیدرآباد ٹریبونل بھی توڑ دیا گیا۔

ہمارے ''سینئر تجزیہ نگار'' مطالعے اور تحقیق سے اجتناب برتتے ہیں، وگرنہ وہ جان جاتے کہ بلوچستان میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف بلوچوں کی جانب سے برپا کی گئی شورش کے لیے اسلحہ کی خریداری امریکی سی آئی اے کرتی تھی اور پنجاب کے اُس وقت کے ایک نوجوان ''لبرل شخص'' اسلحے کی خرید کی اس اہم ذمے داری پر فائز کیے گئے تھے۔ ہمارے ''جنگجو صفت تجزیہ نگار'' لبرل اور سوشلسٹ میں فرق جاننے سے ہی قاصر ہیں تو پھر وہ دیگر حقائق کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت کس طرح رکھ سکتے ہیں۔ جارج بش اور اوباما لبرل ہیں سوشلسٹ نہیں۔ ہوگو شاویز سوشلسٹ تھا لبرل نہیں۔ سوشلسٹ تو خود ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت تھی جس کو یہ ''جنگجو صفت تجزیہ نگار'' کافر قرار دیتے تھے۔ افسوس کہ یہ ''جنگجو صفت تجزیہ نگار'' ایمان کی حد تک یہ یقین کیے بیٹھے ہیں کہ افغانستان میں انہوں نے سابق سوویت یونین کو شکست دی اور اُن کی جدوجہد نے دنیا میں سوشلسٹ ریاستوں کو تحلیل کر دیا۔ اس سے زیادہ نرگسیت پسند تجزیہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ اس تجزیے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جیسے چی گویرا مسلح جدوجہد کرتا تھا ویسے ہی طالبان بھی مسلح جدوجہد کر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ چی گویرا اور دیگر مسلح جدوجہد پر یقین رکھنے والے سوشلسٹ رہنما، مساجد، مندروں، گرجا گھروں اور سڑکوں پر عام انسانوں پر بم نہیں چلاتے تھے بلکہ وہ طاقت ور ریاستوں کے خلاف مسلح جدوجہد کرتے تھے۔

جی ہاں، یہ ''جنگجو صفت تجزیہ نگار'' جیسے اپنی کم علمی کی بنیاد پر لبرل اور سوشلسٹ کے مابین تفریق کرنے سے قاصر ہیں، اسی طرح وہ مسلح جدوجہد اور دہشت گردی کے درمیان فرق نہیں کر پاتے۔ بلوچستان میں برسرپیکار انہی نوجوانوں میں سے ایک نوجوان کی ٹریک ہسٹری کو وہ جس طرح ڈی ٹریک کر رہے ہیں، ان کی کم علمی کا اندازہ اسی سے ہوجاتا ہے۔ یہ نوجوان جو کہ لبرل تھا (جیسا کہ جارج بش لبرل تھا) وہ بلوچستان میں اسلحہ

کی خریداری کی ذمہ داری کے بعد کہاں اور کیا کیا کرتا رہا، وہ اس کا سرا ابھی ڈھونڈنے سے قاصر ہیں۔ اسی لیے تو وہ جوہڑ کے مینڈک پر کسی کھلے سمندر کی وھیل مچھلی کا گمان کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اشرافیائی سیاست کے اس گدلے پانی میں ڈبکیاں لگا کر "In-Depth Analysis" کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

ملک معراج خالد کی نگران عوامی حکومت کی حقیقت کیا تھی؟ ایک جاگیردار، قبائلی سردار اور اپنی جماعت ہی کی حکومت ختم کرنے والے صدر فاروق لغاری نے کن طاقتوں پر انحصار کیا، کیا کبھی ہم نے یہ جاننے کی کوشش کی؟ پاکستان کی ریاست کے Dynamics سے نابلد یہ ''سینئر تجزیہ نگار'' اپنے طفلانہ خیالات، نظریات اور تجربات کی بنیاد پر قابل رحم ہیں۔ فاروق لغاری کے نامزد کردہ وزیراعظم ملک معراج خالد کو جیسے Showpiece کے طور پر استعمال کیا گیا، اس سے ہماری حکمران اشرافیہ کی مکروہ چالاکی بھی عیاں ہوتی ہے۔ اس نگران وزیراعظم کی حیثیت اسی کابینہ کے ایک مشیر سے کم تھی جو کبھی بلوچستان کی شورش میں استعمال ہونے والے اسلحے کی خریداری کی ذمہ داری نبھاتا رہا اور اسی کی سرپرستی میں اسلام آباد میں ایک مخصوص گھر میں محترمہ بے نظیر بھٹو اور آصف علی زرداری کی کرپشن کے خلاف ''حقائق کی تلاش'' میں ایک سیل قائم کیا گیا۔ اسی لبرل دانشور نے اپنے عالمی رابطوں کے سبب اس جوڑے کے بارے میں 1996ء میں بی بی سی کے لیے ایک دستاویزی پروگرام تیار کروایا۔ اور پھر ہمارے یہ ''جنگجو صفت سینئر تجزیہ نگار'' اس لبرل دانشور کی پی پی پی سے قربت کے بھی تجزیے کر رہے ہیں۔

میاں نواز شریف کا دوسرا دورِ حکومت چوں کہ ''بھاری مینڈیٹ'' کے نتیجے میں قائم ہوا، یقیناً یہ انسانی فطرت ہے کہ ایسی صورتِ حال میں منتخب حکمران اپنی مقبولیت کے نشے کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی نشے کا شکار مشرقی پاکستان کے رہنما شیخ مجیب الرحمن بھی ہوئے اور انہوں نے بنگلہ دیش کے قیام کے بعد وہاں پر آئینی آمریت کی بنیادیں قائم کرنی شروع کیں، جس کے بعد اگست 1975ء کو وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے (تفصیلات کے لیے دیکھئے کتاب، ''پاکستان سے بنگلہ دیش، اَن کہی جدوجہد۔ مصنف، لیفٹیننٹ کرنل (ر) شریف الحق دالیم)۔ محترم میاں نواز شریف کے دوسرے دورِ حکومت میں اس لبرل دانشور نے ''دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت'' کے پایۂ تخت دہلی میں جو تقریر کی، اس کا نشانہ سیاست نہیں ریاست تھی۔ اسی لیے پاکستان واپسی پر انہیں ''نامعلوم مقام'' پر محبوس کر دیا گیا اور پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق اس دانشور کی دستیابی کی قومی اور عالمی سطح پر مہم چلائی گئی اور آخر کار پایۂ تخت واشنگٹن حرکت میں آیا اور اپنے ''محبوس قیدی'' کو بازیاب کروا لیا گیا۔ یہ لبرل دانشور، لبرل طاقتوں کا دوست ہے یا کہ سوشلسٹ طاقتوں کا؟ (یاد رہے کہ دنیا کی سب سے بڑی کمیونسٹ ریاست چین ہے، امریکہ نہیں)۔

اکتوبر 1999ء میں پاکستان میں کھیلا جانے والا فضائی ڈرامہ انہی لبرل آقاؤں کا کھیل تھا۔ تاریخ کی یاددہانی کے لیے، جب امریکی صدر بل کلنٹن، پاکستان آئے تو کسی لبرل نہیں بلکہ سوشلسٹ فاروق طارق کو قید کیا گیا کہ وہ اور ان کے ساتھیوں نے لبرل صدر بل کلنٹن کی پاکستان آمد کی مخالفت کی تھی۔

اس لبرل دانشور کا میاں نواز شریف پہلا رابطہ 2008ء میں جاتی عمرہ میں ہوا۔ اس کا گواہ راقم ہے کہ جہاں نہایت مہربانی سے میاں نواز شریف نے مجھے پی ٹی وی کے معروف انتخابی پروگرام ''الیکشن آر'' میں انٹرویو کے لیے وقت دیا۔ اس پروگرام کے فارمیٹ کے مطابق پی ٹی وی ہر سیاسی جماعت کو حق دیتا ہے کہ وہ اپنی پسند کا انٹرویور نامزد کرے، اس کے لیے میاں نواز شریف نے بلوچ شورش میں شامل اس لبرل دانشور کو نامزد کر کے سیاسی مفاہمت کا آغاز کیا۔ یہ لبرل دانشور اپنے عالمی رابطوں میں یقیناً ایک مقام رکھتا ہے، اسی لیے اب اقتدار کا عارضی ہما اس کے سر پر بٹھایا گیا ہے اور یوں میاں نواز شریف عالمی طاقتوں کے درمیان خلیج کی بجائے متعدد پُلوں کو قائم کرنے کے خواہاں ہیں اور جو لوگ اس لبرل دانشور کو پی پی پی کا انتخاب قرار دے رہے ہیں، وہ ایک بار پھر جوہڑ میں چھلانگیں لگا کر "In-Depth Analysis" کرنے کے دعوے کر رہے ہیں جب کہ اشرافیائی سیاست کی حقیقت یہ ہے کہ اقتدار کے لیے تمام راہیں اور اقدامات جائز ہیں۔ اور اگر کسی کے دفتر میں ملکہ برطانیہ کی تصویر لگی ہو تو اسے سوشلسٹ قرار دیں گے یا کہ لبرل؟ سوشلسٹوں کے گھروں اور دفتروں میں ملکہ برطانیہ کی تصاویر کبھی نہیں سجائی جاتیں، ان کے ہاں تو کارل مارکس، لینن، ماؤزے تنگ، چی گویرا، فیڈل کاسترو، ناظم حکمت، عبیداللہ سندھی، کمال اتاترک، ٹراٹسکی، سٹالن یا مرزا ابراہیم کی تصاویر ملتی ہیں۔